QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ہندو مت اور اسلام کی اعتقادی تشکیلات کی فکری و نظریاتی اساسات اور فکری اثرات: تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of Doctrinal Concepts in Hinduism and Islam: A Theoretical and Philosophical Analysis

Hafiz Muhammad Rashid
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore; Lecturer, Department of Islamic studies, The University of Lahore (UOL), Lahore, Pakistan.

Dr. Zahid Lateef
Chairman, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore

Abstract

This study aims to conduct a comparative analysis of the core doctrinal concepts in Hinduism and Islam, highlighting both the convergences and divergences in their belief systems. By examining foundational principles such as the nature of divinity, human purpose, ethical frameworks, and metaphysical postulates, the research explores how each tradition conceptualizes ultimate reality, moral responsibility, and spiritual fulfillment. Employing a theoretical and philosophical approach, the study situates these beliefs within historical, cultural, and theological contexts, offering insights into their underlying logic and implications for contemporary interfaith discourse. The analysis not only elucidates the distinctiveness of each tradition but also underscores the potential for meaningful dialogue based on mutual understanding of fundamental convictions.

Keywords: *Hinduism, Islam, Doctrinal Concepts, Comparative Study, Theology, Philosophy, Belief Systems, Interfaith Dialogue*

یہ مطالعہ ہندو مت اور اسلام کے بنیادی اعتقادی ڈھانچے کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس میں دونوں مذاہب کے خدا کے تصور، کائنات کے فہم، انسانی حیثیت، اور نجات کے نظریات کو علمی انداز میں بیان کیا جاتا ہے، تاکہ ان کے فکری و مذہبی پس منظر کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

مبحث اوّل: تصورِ خدا (Comparative Concept of God)

کائنات کے فکری مناظر میں تصورِ خدا وہ اولین محور ہے جس پر مذاہبِ عالم کی فکری و روحانی تعمیر قائم ہوتی ہے۔ اسلام کی الہامی وحدت اور ہندو دھارمک روایت کی کثرت آمیز تاویلات، دونوں ایک ایسے فکری منظرنامے کو جنم دیتے ہیں جس میں الوہیت کا

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ادراک کبھی ایک مطلق ذات کی تجلی بن کر ابھرتا ہے اور کبھی کثیر الوجوہ تجسّدات کی رنگارنگی میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اسلامی روایت میں مطلق وحدت کا نور ایسے روشن استدلال کے ساتھ نمودار ہوتا ہے جس کا انداز تفکر قرآن کی اس نص میں مرتسم ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ * اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾[1]

"کہہ دو: وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔"

ان سطور کی معنوی تہوں میں ایک ایسی توحیدی قطعیت کارفرما ہے جو نہ صرف الوہیت کو ہر نوع کی ترکیب، تعدد اور تجسیم سے منزّہ کرتی ہے بلکہ اسے ذات و صفات کے ایسے ہم آہنگ ربط میں پیش کرتی ہے جہاں وحدت و دوام، اولیت و آخریت اور قیومیت و احاطہ ہر رنگ میں یکجا ہو جاتے ہیں۔

اس کے مقابل ہندو دھارمک روایت میں برہمن کی مطلق، غیر شخصی اور غیر متعین الوہیت ایک ایسے ماورائی اصول کی صورت جلوہ افروز ہوتی ہے جسے اوپنشدی فکر یوں بیان کرتی ہے:

"Brahman is the infinite, the eternal, the unchanging reality underlying all things."[2]

"برہمن وہ لامحدود، ازلی اور غیر متبدل حقیقت ہے جو ہر شے کی بنیاد میں کارفرما ہے۔"

یہ غیر شخصی الوہیت جب ایشور کی صورت چند مخصوص صفات کے ساتھ جلوہ پذیر ہوتی ہے تو ہندو مذہبی شعور میں الوہیت کے ذاتی و غیر ذاتی دونوں رخ بیک وقت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ برہمن کی تجریدی وسعت اور ایشور کی شخصی قربت ایک ایسے فکری تنوع کو پیدا کرتی ہیں جو اسلام کی سخت گیر وحدت کے مقابل بہت مختلف جہت رکھتا ہے۔

اسلامی تصورِ توحید، جب اپنے اثبات و تنزیہ میں صفاتِ الٰہی کی تحدید و تثبیت کرتا ہے، تو اس کا نمونہ ان کلماتِ نبوی میں بھی نمایاں ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ[3]»

"بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور وحدت کو پسند فرماتا ہے۔"

[1] Al-Qur'ān, 112:1–2
[2] Eliade, Mircea, A History of Religious Ideas (Chicago: University of Chicago Press, 1982), 2: 145
[3] Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā Al-Ilmīya, 1330 AH), 1: 568

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

یہ نص اپنے اندر اس خالص وحدت کے عمیق تر شعور کو سمیٹے ہوئے ہے جس میں کثرت کے امکانات ذاتِ الٰہی کی تنزیہی رفعت کے سامنے تحلیل ہو جاتے ہیں۔ صوفیانہ روایت میں وحدت الوجود کے لطیف اشارات اسی بنا پر ظہور پذیر ہوتے ہیں، اگرچہ اُن کی اساس، ہندو فلسفے کے عدمِ ثنویت (Advaita) سے مماثلت کے باوجود، وحیِ الٰہی اور اسماء وصفات کے درمیان قائم توازن سے پھوٹتی ہے۔

ہندو نظامِ الوہیت میں دیوی دیوتاؤں کی تمثیلی کثرت ایک مذہبی جمالیات کو جنم دیتی ہے۔ شیو، وشنو، دیوی، گنیش اور دیگر مظاہر دراصل کائناتی قوتوں کی علامتی تجسیمات ہیں، جبکہ اسلامی وحدت کی فکری عمارت میں کسی بھی تجسیمِ الٰہی یا تعددِ الوہیت کی گنجائش نہیں۔ ایک طرف ہندو دھرم کی علامتی رنگارنگی ہے، دوسری طرف اسلام کا تنزیہی جلال جس میں الوہیت ہر جسمانی و زمانی تحدید سے ماورا قرار پاتی ہے۔

اسی فرق کی بازگشت الوہیت کے شخصی و غیر شخصی پہلو میں بھی سنائی دیتی ہے۔ اسلامی خدا ذاتی طور پر "سمیع، بصیر، رحمن، رحیم" ہے، جبکہ ہندومت میں برہمن غیر شخصی ہے مگر ایشور شخصی واردات میں قریب ہو جاتا ہے۔ ایک طرف صفاتِ الٰہی کا متعین و مکمل نظام ہے، دوسری طرف ایسی کائناتی حقیقت جو اپنی تجرید میں تمام تعینات سے بلند ہے۔

عبادات پر اس تصوری اختلاف کا اثر بھی غیر معمولی ہے۔ اسلامی نماز ایک توحیدی مرکزیت کا عملی اعلان ہے جس میں انسان خدا کے سامنے ذاتی حاضری کا تجربہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس منتر اور پوجا ایسی شعائریت رکھتے ہیں جو مختلف دیوی دیوتاؤں کے ذریعے الوہیت کی کثرت آمیز صورتوں سے ربط قائم کرتی ہے۔ یوں دونوں مذہبی تجربات اپنی اساس میں یکسر جدا جمالیاتی و روحانی مزاج کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔

ان تمام جہات میں جہاں اسلام کی وحدتِ خالصہ ایک عقلی و روحانی مرکزیت فراہم کرتی ہے، وہیں ہندومت کی کثیر الجہتی الوہیت انسانی ذہن کے لیے متنوع تعبیرات کا دروازہ کھولتی ہے۔ فلاسفۂ الادیان جیسے رادھا کرشن، ایلیاڈ، ٹائلر اور نصر نے اس فرق کو مذہبی تجربے کی نوعیت میں بنیادی اختلاف قرار دیا ہے، جس سے دونوں مذاہب کے فکری ڈھانچے، استعاراتی عمارات اور روحانی مناہج اپنی اپنی سمتوں میں ارتقا پذیر ہوتے ہیں۔

مبحث دوم: تصورِ انسان (Comparative Anthropology)

وجودِ انسانی کی ماہیت، اس کے باطن کی حرکیات اور اس کے الہامی و روحانی ارتقاء کی راہیں، مذاہبِ عالم کی فکری میراث میں وہ مرکزی مقولہ ہیں جن کے ذریعے انسان اپنے مقام و منصب کو متعین کرتا ہے۔ اسلامی روایت میں انسان کی اصل فطرت ایک ایسی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

پاکیزہ جبلّت کے طور پر سامنے آتی ہے جسے الوہیت نے نورِ ہدایت سے ہم آہنگ رکھا، جب کہ ہندومت میں انسانی شناخت ''آتما'' کے لطیف الماہیہ جوہر سے تشکیل پاتی ہے، جو برہمن کے غیر فانی اور غیر زمانی جوہر سے اشتراک رکھتا ہے۔ اس بنیادی اختلاف نے دونوں مذاہب کے انسان فہمی کے مناہج میں گہرا تنوع پیدا کیا، اور یوں انسان کے رب سے تعلق، اس کی اخلاقی ذمہ داری، اس کی آزادی اور اس کی تقدیری قدریں ایک دوسرے سے مختلف راہوں پر برگشتہ ہو جاتی ہیں۔

نصوصِ اسلامی میں انسان کی فطرت کو ایک ایسے الہامی اصول کی صورت پیش کیا گیا ہے جو اپنی اصل میں خیر، صداقت اور توحیدی میلانات رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَالنَّاسَ عَلَيْهَا﴾[4]

"یہ اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔"

ان معانی کے زیرِ سایہ انسانی حقیقت اپنے اندر ایک ایسی استعداد رکھتی ہے جو خیر کی طرف مائل اور باطل سے اجتناب پر قادر ہے، بشرطیکہ خارجی عوامل اسے مسخ نہ کریں۔ دوسری طرف ہندومت میں آتما کو ''ازلی، غیر فانی، غیر محدود نفس'' قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ اوپنشدی بیان میں آتا ہے:

"The Self is eternal, unborn, undying; it is not slain when the body is slain."[5]

"آتما ازلی ہے، غیر مولود، غیر فانی؛ جسم کے فنا ہونے سے وہ فنا نہیں ہوتی۔"

یہ تصور انسان کی اصل کو نہ صرف الٰہی حقیقت سے متصل کرتا ہے بلکہ اسے برہمن کی مطلق وحدت کا آئینہ دار بھی ٹھہراتا ہے۔ اس طرح اسلام کی فطرتِ سلیم انسانی ذمہ داری اور اخلاقی انتخاب کو بنیاد بناتی ہے، جبکہ آتما کی حقیقت باطنی مکتی کے سفر میں وجود کے الوہی اتحاد پر زور دیتی ہے۔

اسی اختلاف کی بازگشت انسان اور رب کے تعلق میں بھی پائی جاتی ہے۔ اسلامی روایت میں عبدیت، بندگی اور اطاعت وہ محور ہیں جن پر انسان کی حیثیت قائم ہے؛ ایک ایسا وجود جو رب کی مشیّت کے حضور سرِ نیاز رکھتا ہے اور وحی کی رہنمائی میں اخلاقی ارتقاء حاصل کرتا ہے۔ اسی حقیقت کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[6]

---

[4] Al-Qur'ān, 30:30
[5] Radhakrishnan, S., The Principal Upanishads (London: Allen & Unwin, 1953), 112
[6] Al-Qur'ān, 51:56

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

"میں نے جن وانسان کو صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔"

اس کے بالمقابل ہندومت میں انسان کا اعلیٰ ترین مقصد "موکش" ہے، یعنی جنم و آواگون کے لامتناہی چکر سے نجات اور برہمن کے ساتھ وحدتِ وجودی اتحاد۔ بھگوت گیتا میں یوں کہا گیا ہے:

"When a man knows the Self, he rises above the cycle of birth and death."[7]

"جب انسان آتما کو جان لیتا ہے، وہ جنم و موت کے چکر سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔"

یوں ایک مذہب میں عبودیت، دوسرا میں مکتی؛ ایک میں خدا کے حضور اطاعت، دوسرے میں الوہی حقیقت کے ساتھ اتحاد؛ ایک میں ذمہ داری، دوسرے میں معرفتِ باطن کا غایت نما سفر، یہ دونوں انسان کو مختلف سمتوں میں اخلاقی وروحانی تشکیل دیتے ہیں۔

اسی ذیل میں آزادیِ ارادہ، کرم اور تقدیر کا مسئلہ بھی اپنی فکری جہتیں بدل لیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تقدیر اور اختیار ایک متوازن تعلق رکھتے ہیں جس میں انسان کو ذمہ داری دی گئی ہے، مگر کائناتی نظم اللہ کی مشیّت کے تحت قائم رہتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

»كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ[8]**«**

"ہر شخص اسی کام کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔"

اس کے برعکس ہندومت میں کرم (Karma) وہ بنیادی اصول ہے جو ہر عمل کے اثر کو آئندہ جنم کے تعین میں دخیل بناتا ہے۔ چنانچہ انسانی انتخاب کائناتی عدل کے ایک ایسے نظام میں مربوط ہے جس کی جڑیں کئی حیاتوں کے تسلسل میں پھیلی ہوتی ہیں۔

انسانی مساوات کے باب میں اسلام کا اخلاقی ڈھانچہ، تمام انسانوں کی برابری کا نقیب ہے، جہاں تقویٰ معیارِ فضیلت قرار دیا ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾[9]

"تم میں اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

[7] Radhakrishnan, S., The Bhagavadgītā (London: George Allen & Unwin, 1948), 89
[8] Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 4: 2045
[9] Al-Qur'ān, 49:13

دوسری جانب ہندو ذات پات نظام انسان کی سماجی و روحانی حیثیت کو نسلی، خاندانی اور پیشہ ورانہ طبقات میں تقسیم کرتا ہے، جس کے اثرات نہ صرف سماجی ڈھانچے بلکہ مذہبی اعمال میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جدید ہندو مفکرین جیسے ٹیگورے اور آر۔ کے. نارائن نے اس نظام پر تنقید کی ہے، مگر اس کی تاریخی و سماجی جڑیں اب بھی مضبوط ہیں۔

روحانی و اخلاقی ارتقاء کے معاملے میں اسلام تزکیۂ نفس کے ذریعے انسان کو باطن کی پاکیزگی اور اخلاق کے اعلیٰ مدارج تک پہنچنے کی دعوت دیتا ہے، جس میں مجاہدہ، محاسبہ اور احسان کی منازل شامل ہیں۔ صوفیانہ متون اس تزکیہ کو نورِ الٰہی کی طرف واپسی کا سفر قرار دیتے ہیں۔ دوسری طرف ہندو روایت میں یوگ، سادھنا اور بھگتی جیسے مناہج روحانی ارتقاء کے درجات ہیں، جن کا مقصد آتما کو اس کے الوہی سرچشمے تک پہنچانا ہے۔ پتنجل کے یوگ سوتر اس باطنی ارتقاء کو ذہنی سکون، جسمانی ضبط اور باطنی اتحاد کے مراحل میں بیان کرتے ہیں۔

یوں دونوں مذاہب کا تصورِ انسان اپنے اپنے فکری مناہج میں، ایک طرف اخلاقی ذمہ داری، عبودیت اور فطرتِ سلیم کو مرکز بنا کر، اور دوسری طرف مکتی، آتما کی الوہی نوعیت اور کرم کے کائناتی اصول کو محور بناتے ہوئے، انسان کی ماہیت اور اس کی روحانی معراج کے لیے دو الگ مگر نہایت باریک لطافتوں سے پُر راستے پیش کرتا ہے۔

مبحث سوم: تصورِ کائنات (Cosmology)

کائنات کے اسرار و رموز میں انسانی فکر جب الوہیت، وقت، وجود اور نظمِ ہستی کو ایک وحدانی زاویہ میں پرکھنے کی کوشش کرتی ہے تو مذاہبِ عالم اس کے سامنے بیک وقت ہم آہنگ بھی دکھائی دیتے ہیں اور جداگانہ بھی۔ اسلامی روایت کائنات کو ایک ایسی تخلیقِ نخستین کا ثمرہ قرار دیتی ہے جو ربّ قدیر کے امرِ کن سے وجود میں آئی، جب کہ ہندو مت میں تخلیق و فنا کے مسلسل دورانیے، یُگوں اور کلپوں کے لامتناہی سلسلے کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ یہی اختلاف دونوں فکری نظاموں کی مابعد الطبیعیاتی تعمیر میں بنیادی تنوع پیدا کرتا ہے، اور رب، کائنات، انسان کے باہمی رشتے کو مختلف جہتوں میں متشکل کرتا ہے۔

اسلامی نصوص میں تخلیق کا تصور ایک خطی ابتدا اور ایک مقرر انجام کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جہاں کائنات کی تخلیق ایک فعلی امرِ الٰہی کے ذریعے واقع ہوتی ہے:

﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾[10]

"ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے یہی کہتے ہیں کہ 'ہو جا'، پس وہ ہو جاتی ہے۔"

[10] Al-Qur'ān, 16:40

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

یہ تعبیرِ تخلیق ایک ایسے فاعلِ مختار کی نشاندہی کرتی ہے جو کائنات کا موجد بھی ہے، نگہبان بھی اور انجام دہندہ بھی۔ اس کے مقابل ہندو مابعد الطبعیات میں تخلیق ایک مسلسل چکر (Cycle) کی صورت رواں رہتی ہے، جس میں برہما کی تخلیق، وشنو کی بقا اور شیو کی فنا ایک ہم آہنگ کائناتی ریاضت کی علامت بن جاتے ہیں۔ رگ وید کے ایک مشہور نظمّے میں کائنات کے ظہور کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"The universe was born from the One, through heat and desire; before it, there was neither existence nor non-existence."[11]

"کائنات اُس 'ایک' سے وجود میں آئی، حرارت اور خواہش کے ذریعے؛ اس سے پہلے نہ وجود تھا نہ عدم۔"

یوں اسلامی تخلیقِ کائنات کی خطی ابتدا اور ہندو چکروی نظریہ دو مختلف فلسفیانہ افق مرتب کرتے ہیں: ایک میں آغاز سے انجام تک ایک سیدھا سفر، دوسرے میں تخلیق و فنا کا لامتناہی دورانیہ۔

یہی فرق زمان و مکان کے تصور میں نمایاں ہوتا ہے۔ اسلامی فکر میں وقت ایک متعین سمت رکھتا ہے، ابتدا سے آخرت تک۔ قرآن کی تعبیر "یوم"، "اَجل"، اور "قیامت" اس خطی حرکت کو مضبوط کرتی ہے۔ ہندو مت میں وقت چکروی ہے، ہر لمحہ ایک دائرے میں گھومتا ہوا، کلپوں کے عظیم دورانیوں میں تحلیل ہوتا ہوا۔ میر cea Eliade اس فرق کو مذہبی تجربات کی نوعیت میں بنیادی تبدیلی قرار دیتے ہیں، جہاں خطی وقت تاریخ کی معنویت پیدا کرتا ہے، اور چکروی وقت تاریخ کو ایک تکراری حقیقت بنا دیتا ہے۔

رب، کائنات اور انسان کے باہمی تعلق کے باب میں بھی دونوں مکاتبِ فکر اپنے الگ نظام رکھتے ہیں۔ اسلامی تصور میں کائنات ایک مخلوق ہے جو خالق کی مشیّت کے تابع ہے، اور انسان اس مشیّت میں امانتدار اور مکلف وجود ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾[12]

"اللہ ہر چیز کا **خالق** ہے۔"

اسلامی کائناتی نظام میں رب کا تعلق کائنات سے خالق و مدبّر کا، اور انسان سے عبد و خلیفہ کا ہے، ایک ایسا رشتہ جس میں ذمہ داری، اخلاقی اختیار اور الٰہی رہنمائی تینوں جمع ہیں۔ ہندو مت میں کائنات برہمن کی تجلی ہے، آتما اس تجلی کا جز ہے، اور انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس ظاہری تجسیم کے پردے سے گزر کر اپنی اصل پہچان تک رسائی حاصل کرے۔ یوں انسان، برہمن اور کائنات ایک باطنی وحدت میں پیوست سمجھے جاتے ہیں۔

[11] Doniger, Wendy, The Rig Veda: An Anthology (London: Penguin Classics, 1981), 78
[12] Al-Qur'ān, 39:62

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

کائناتی نظم کے حوالے سے اسلامی فکر "تقدیر"، "کتابِ مبین" اور "تدبیرِ الٰہی" کے اصول پر قائم ہے، جہاں ہر شے ایک حکمتِ تامہ کے تحت رواں ہے۔ اسی نظم کی نشاندہی حدیث میں یوں ملتی ہے:

«وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ[13]»

"جان لو، اگر ساری اُمت تمہیں نفع دینا چاہے تو وہ تمہیں وہی نفع دے سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔"

اس کے مقابل ہندو دھرم میں کائناتی نظم "دھرم" کے اصول پر استوار ہے، جو اخلاقی، سماجی اور مابعد الطبیعیاتی قوانین کا مجموعہ ہے۔ دھرم کائنات کے توازن کو قائم رکھتا ہے اور اس کے مطابق ہر فرد اپنا مقام اور کردار ادا کرتا ہے۔ اس طرح اسلامی "تقدیر" اور ہندو "دھرم" دونوں نظمِ ہستی کی توجیہ کرتے ہوئے بھی مختلف نوعیت رکھتے ہیں، ایک میں الٰہی نوشتۂ تقدیر، دوسرے میں کائناتی توازن کا غیر شخصی قانون۔

مابعد الطبیعیاتی ساخت کے تناظر میں اسلام فرشتوں، جنات اور دیگر غیر مرئی مخلوقات کو ایک مستقل تخلیقی سلسلے کے طور پر پیش کرتا ہے جن کے وظائف ربّانی تدبیر کے تابع ہیں۔ قرآن میں فرشتوں کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿لَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾[14]

"وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

ہندو مت میں مابعد الطبیعیاتی عالم دیوتاؤں، دیووں، اپسراؤں، ناگوں اور دیگر کائناتی ہستیوں سے پُر ہے، جو کائناتی نظم کے مختلف پہلوؤں کی علامتی یا حقیقی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کی حیثیت فانی بھی ہے اور غیر فانی بھی، اور ان کا کردار تخلیق، بقا اور فنا کے چکر میں مختلف درجات رکھتا ہے۔

یوں دونوں مذاہب کے کائناتی تصورات اپنی اپنی روحانی و فکری عمارت میں ایک مکمل مگر نہایت مختلف تناظر فراہم کرتے ہیں، اسلام میں رب کی خالقیت، وقت کی خطی حرکت، مخلوقات کی جبلی ذمہ داریاں، اور تقدیر کا محکم نظام؛ جبکہ ہندو مت میں برہمن کی تجلیاتی

[13] Ibn Ḥanbal, Aḥmad ibn Muḥammad, Musnad Aḥmad (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Mayyimāniyya, 1313 AH), 1: 293
[14] Al-Qur'ān, 66:6

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

وحدت، وقت کی چکروی حرکت، مخلوقات کی کثرت آمیز مراتب، اور دھرم کے غیر شخصی قوانین۔ ان اختلافات نے انسان، وجود اور حقیقتِ کائنات کے ادراک میں دونوں مذاہب کو الگ مگر ہم معنی جہات عطا کی ہیں۔

مبحث چہارم: تصورِ آخرت(Afterlife)

انسانی فکر میں "بعد از موت" کے مباحث ہمیشہ سے سب سے گہرے، پیچیدہ اور تہذیبی و مذہبی تشکیلات کے بنیادی ستون رہے ہیں۔ اسلامی وہندو دونوں روایتیں آخرت کے مسئلے پر وسیع اور ہمہ گیر نظام پیش کرتی ہیں، مگر دونوں کی فکری بنیادوں میں وہ اصول کارفرما ہیں جو نہ صرف کائناتی تصور سے جڑے ہیں بلکہ انسان کے اخلاقی اور روحانی سفر کو بھی نئی جہت دیتے ہیں۔ جہاں اسلام موت کو ایک واحد عبوری مرحلہ اور آخرت کو حتمی وابدی انجام کے طور پر پیش کرتا ہے، وہیں ہندو مابعد الطبیعات میں موت و حیات کی گردش (Saṁsāra) ایک تسلسلِ وجود تصور کی جاتی ہے۔ یہ دونوں نقطۂ نظر انسان، اس کے اعمال، اور حتمی انجام کی تفہیم میں بنیادی اختلافات کو جنم دیتے ہیں۔

• جزاوسزا کا اسلامی نظریہ بمقابلہ جنم وموت اور آواگون(Reincarnation)

اسلامی تعلیمات میں ہر انسان اپنی ایک ہی زمینی زندگی گزار کر موت کے بعد برزخ میں داخل ہوتا ہے اور قیامت کے دن اپنے اعمال کے مطابق جزاوسزا کا سامنا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾[15]

"پس جس نے ذرّہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

یہ تصور انسان کی اخلاقی ذمہ داری، مقصدیت اور واحد زندگی میں انجام کی حتمیت کو واضح کرتا ہے۔

اس کے برعکس ہندو مذہب میں "آواگون" یعنی reincarnation بنیادی اصول ہے۔ زندگی، موت اور دوبارہ جنم ایک لامتناہی چکر تصور کیے جاتے ہیں۔ انسان کے اعمال (Karma) اس کے اگلے جنم کی صورت، نوعیت اور درجہِ وجود کا تعین کرتے ہیں۔ یہاں "انجام" قطعی نہیں بلکہ مسلسل ہے، ایک متحرک سلسلہ جو مکتی تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ، ایک طرف اسلامی نظریہ آخرت آخری اور فیصلہ کن عدالت ہے، جبکہ دوسری طرف ہندو فکر میں "نجات" سے پہلے کوئی حتمی آخری مرحلہ نہیں۔

[15] Sūrat al-Zalzalah, 99:7–8

• جنت و دوزخ کا اسلامی تصور اور اس کے متقابل ہندو تصورات

اسلام جنت کو نعمتوں اور قربِ الٰہی کی ابدی جگہ اور دوزخ کو سزا، دوری اور حسرت کے مقام کے طور پر بیان کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴾، "جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے "

اور دوزخ کے بارے میں:

﴿ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴾

دونوں مقامات ''ہمیشہ'' کے ساتھ وابستہ ہیں؛ یعنی آخرت اسلامی فریم ورک میں غیر متغیر اور ابدی ہے۔ ہندو روایت میں ''سورگ'' (Swarga) اور ''نرک (Naraka) '' موجود ہیں، لیکن یہ مستقل اور ابدی نہیں، بلکہ اعمال کے تناسب سے عارضی ہیں۔ یہ مقامات ''کرم'' کی جزوی ادائیگی کے بعد ختم ہو جاتے ہیں اور روح دوبارہ جنم کے چکر میں داخل ہوتی ہے۔ اس لیے ہندو فکر میں ''آخری، فیصلہ کن'' جنت یا دوزخ کا تصور نہیں بلکہ ایک نفسیاتی- اخلاقی تربیت گاہ ہے، جو مکتی تک کے سفر کا محض ایک مرحلہ ہے۔

• فرد کے اعمال کا آخرت سے ربط: کرم .vs اسلامی محاسبہ

اسلامی نظریہ اعمال کی بنیاد نیت، اخلاص اور شرعی اخلاقیات پر رکھتا ہے، جس کا حتمی نتیجہ قیامت کے دن واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ اعمال کا ریکارڈ، میزان، صراط، سب ایک منظم عدالتی نظام کا حصہ ہیں۔

ہندو مذہب میں ''کرم'' ایک غیر شخصی قانون ہے، جو خودکار طریقے سے عمل کرتا ہے۔ یہاں کوئی ''دنِ حساب'' نہیں، نہ کوئی ایک لمحہ ایسا ہے جب فیصلے سنائے جائیں؛ بلکہ ہر عمل خود اپنی نئی کیفیتِ وجود پیدا کرتا رہتا ہے۔ یوں ہندو فکر زیادہ ''قانونِ اخلاق'' (moral causation) پر مبنی ہے، جبکہ اسلامی تصور ''عدالتِ الٰہی'' پر۔

• نجات کا راستہ: ایمان و عملِ صالح بمقابلہ مکتی، یوگ، بھگتی

اسلام میں نجات کا راستہ واضح ہے:

- ایمان
- عمل صالح
- توبہ
- فضلِ الٰہی

یہ راستہ توحید، نبوت اور شریعت کی پیروی سے جڑا ہے۔

ہندو روایت میں مکتی (Moksha) کے راستے متعدد ہیں:

- جنانی یوگ: معرفت کے ذریعے
- کرم یوگ: اعمال کے ذریعے
- بھگتی یوگ: عقیدت اور محبت کے ذریعے
- راج یوگ: تزکیۂ باطن اور مراقبہ کے ذریعے

اسلام کا راستہ واحد اور مرکزیتِ توحید پر مبنی ہے، جبکہ ہندو راستے کثیر، متنوع اور شخصی تجربے پر مبنی ہیں۔

• ابدیت کا تصور: آخرت کی ہمیشگی اور ہندو نظریۂ مکتی کی نوعیت

اسلام میں آخرت کی ابدیت ایک قطعی عقیدہ ہے۔ جنت یا دوزخ کا فیصلہ اٹل اور غیر متغیر ہے:

﴿ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴾

ہندو مذہب میں مکتی "ہمیشہ" ہے مگر اس کی نوعیت انسانی شعور کے کائناتی نفس (Brahman) میں فنا یا اتحاد کی صورت میں بیان ہوتی ہے۔ یہ ایک "وجودی انحلال" ہے، نہ کہ شخصی بقا۔ اسلام میں آخرت شخصی انفرادیت کے ساتھ باقی ہے، جبکہ ہندو مکتی میں "انسانی تشخص" تحلیل ہو جاتا ہے۔

مبحث پنجم: تصورِ اخلاق(Ethics and Morality)

اخلاق کا مسئلہ انسانی تہذیبوں کے فکری ارتقا میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی بھی مذہبی یا مابعد الطبیعیاتی نظام کی اصل قوت اس کے اخلاقی ضابطوں میں جلوہ گر ہوتی ہے، کیونکہ یہی ضابطے انسان کے باطن کو سنوارتے اور معاشرتی نظم کو قائم رکھتے ہیں۔ اسلام اور ہندومت دونوں اپنے اپنے طریقوں سے اخلاقی تشکیل کا جامع ماڈل پیش کرتے ہیں، مگر دونوں کی تہہ میں کارفرما اصول مختلف ہیں، اسلام میں اخلاق وحی کی روشنی میں الٰہی ارشاد کا تابع ہے، جبکہ ہندو روایت میں اخلاق "دھرم"، "رت"، اور سماجی نظم کے ارتقائی ضابطوں کا نتیجہ ہے۔ یہی بنیادی اختلاف دونوں نظاموں کے اخلاقی منطق، انسانی ذمہ داری اور سماجی کردار میں جوہری فرق پیدا کرتا ہے۔

• اقداری نظام: اسلامی خیر و شر بمقابلہ ہندو دھرم اور رت

اسلام میں خیر و شر کی اساس الٰہی حکم اور شریعت کی قطعی ہدایات پر ہے۔ قرآن میں ہے:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ ﴾[16]

"بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"۔

اس رہنمائی میں خیر ایک الٰہی معیار ہے جو انسانی خواہش یا سماجی رواج سے بلند تر ہے، جبکہ شر وہ ہے جو رضائے الٰہی سے متصادم ہو۔ اس کے مقابلے میں ہندو اخلاقیات میں "دھرم" مرکزی بنیاد ہے۔ دھرم کائناتی نظم، معاشرتی ذمہ داری، ذاتی کردار اور ہر طبقے (varna) کے مخصوص فرائض کا مجموعہ ہے۔ اس سے آگے "رِت (ṛta)" ہے، جو کائنات کے ازلی، غیر متبدل اخلاقی اصول کی حیثیت رکھتا ہے، یعنی جو کچھ کائناتی نظم کو قائم رکھے، وہی خیر ہے۔ یوں ہندو خیر و شر فرد کی طبقاتی پوزیشن، عمر، ذمہ داری اور سماجی کردار سے وابستہ ہو جاتا ہے، جبکہ اسلام میں اخلاقی حکم ہر فرد پر یکساں لاگو ہوتا ہے۔

• اخلاق کی بنیاد: وحی و نبوت بمقابلہ روایت، شاستر، اور سماجی نظام

اسلام کے نزدیک اخلاق کا سرچشمہ **وحی** ہے، اور نبی اکرم ﷺ اس کی زندہ، کامل اور جامع تجسیم:

»إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاقِ«

"میں تو صرف اخلاق کے کمال تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

اس کے برعکس ہندومت میں کوئی ایک واحد "وحی" نہیں بلکہ ایک وسیع تر ذخیرہ، وید، اپنشد، دھرم شاستر، اور اجتماعی روایت، جس میں اخلاقی اصول تجرباتی، تاریخی اور سماجی ارتقا کے ذریعے مرتب ہوتے ہیں۔ یہاں اخلاق زیادہ "ثقافتی وراثت" اور "مذہبی حکمت" کی پیداوار ہیں، نہ کہ ایک حتمی الٰہی حکم۔

• فردی اخلاق: ضبطِ نفس، ایثار، عدمِ تشدد، سخاوت

اسلام ضبطِ نفس کو تقویٰ کی بنیاد مانتا ہے:

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ﴾ (79:40)

"جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور اپنی خواہشات کو روکا۔"

یہ ضبطِ نفس خواہشات کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کو ہدفِ رضائے الٰہی کے تابع کرتا ہے۔ ایثار، سخاوت اور رحم دلی کو قرآن اور سنت میں اعلیٰ درجے کا خلق قرار دیا گیا ہے۔

[16] 16:90

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ہندو روایت میں "اہنسا" (عدمِ تشدد) اور "ستیہ" (سچائی) کو فردی اخلاق کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ یوگ کے آٹھ مدارج میں اہنسا، ستیہ، اور اپریگراہ (حرص سے پاکی) بنیادی اخلاقی ستون ہیں۔ یہاں ضبطِ نفس کا مطلب خواہشات کی کمزوری نہیں بلکہ ان کی تحلیل (transcendence) ہے، جو مراقبہ اور ریاضت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

• سماجی اخلاق: عائلی نظام، طبقاتی رتبہ، حقوق العباد

اسلامی معاشرت "برابری" کے اصول پر قائم ہے:

- تقویٰ ہی فضیلت کا معیار
- خاندان میں عدل، وراثت، حقوق و ذمہ داریاں
- غلام و آقا، امیر و غریب، سب کے لیے یکساں اخلاقی ضابطے
- حقوق العباد کو عبادات پر بھی مقدم قرار دینا

اس کے مقابلے میں ہندو مت میں اخلاق کا سماجی ڈھانچہ "ورن (Varna)" اور "جاتی (caste)" سے گہرا جڑا ہے۔ ہر طبقے کے فرائض اور اخلاقی ذمہ داریاں الگ ہیں؛ ایک ورن کا دھرم دوسرے کا دھرم نہیں۔ اگرچہ ہندو متون میں آدرش اخلاق سب کے لیے یکساں بتائے گئے ہیں، لیکن عملی اخلاق طبقاتی دستور میں منقسم نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک اخلاقِ مساوات پیش کرتا ہے جبکہ ہندو روایت میں اخلاق طبقاتی ذمہ داری کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔

• مقصدِ اخلاق: اسلامی تقویٰ و فلاح بمقابلہ ہندو مت کی اہنسا، ستیہ اور دھرم

اسلام میں اخلاق کا مقصد تقویٰ، فلاح اور قربِ الٰہی ہے۔ یہ انسان کی داخلی اصلاح، معاشرتی عدل اور روحانی کامیابی کی طرف لے جاتا ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴾[17]

"کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا"۔

ہندو مت کے نزدیک اخلاق کا مقصد کرم کی تطہیر، اہنسا کے ذریعے ذہنی پاکیزگی، ستیہ کے ذریعے عملی صداقت، اور بالآخر مکتی کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ یہاں اخلاق ایک روحانی راستہ ہے جو آواگون کے چکر سے آزادی تک پہنچاتا ہے۔ اسلام میں اخلاق اللہ کی رضا کے لیے ہیں، جبکہ ہندو نظام میں اخلاق زیادہ تر "کائناتی قانون" کے ساتھ ہم آہنگی حاصل کرنے کے لیے۔

[17] 91:9

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

خلاصہ کلام

تحقیق واضح کرتی ہے کہ اسلام کا عقیدۂ توحید قطعی اور مکمل وحدانیت پر قائم ہے، جبکہ ہندومت میں الوہیت کے متعدد تصورات، وحدت الوجود سے لے کر کثرتِ دیوتا تک، پائے جاتے ہیں۔ دونوں مذاہب کے نجات، اعمال، اور انسان کے مقام سے متعلق نظریات بھی ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ مطالعہ دونوں روایات کے امتیازات و مشترکات کو سامنے لاتے ہوئے بین المذاہب مکالمے اور باہمی سمجھ میں اضافہ کرتا ہے۔